ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

محمد بخش نوروز: حیاتی اور شاعری کا تعارفی جائزہ

MUHAMMAD BAKHSH NAUROZ: AN INTRODUCTORY REVIEW OF BIOGRAPHY AND POETRY.

Dr. Riaz Hussain Khan Sindher 1
Irum Gul 2

1. Assistant Professor, Department of Siraiki, The Islamia University of Bahawalpur, ,riazsindher@gmail.com
2. Irum Gul, M.Phil. Scholar, Department of Siraiki, The Islamia University of Bahawalpur, ,iramgull0007@gmail.com

Abstract:

Muhammad Bakhsh Nauroz (1857-1917) a famous siraiki poet was born in Mubarak pur basti Rukrani,Bahawalpur.His forfathers migrated from India to Pakistan. Nauroz's father passed away during his childhood.Muhammad Bakhsh Nauroz was a siraiki poet but he beautifully used Arabic,Persian, and Urd words in his poetry. Nauroz spent his most of time with his Murshid Hakeem Peer Qadir Bakhsh Qureshi in Jalal Pur Peer Wala. Nauroz fell in love with a girl but despite his effort ,he could not merry her.He was married to Sharma BiBi in basti Rukrani and they had a son.

Nauroz did not pay much attention to the world around him and remined lost in his own thoughts.He observed a 40-day sipirtual retreat and was also blessed vision of the Prophet Muhammad SAW in dream. Nauroz also undertook the Haj on foot.

Muhammad Bakhsh spend his time with Khwaja Ghulam Farid and recite his poetry.Khwaja Ghulam Farid gave the title of Nauroz to Muhammad Bakhsh for recieting nine Dohra during ablution.Which he adopted as a pseudonym in poetry and became known as Muhammad Bakhsh Nauroz.

Muhammad Bakhsh Nauroz was not interested in worldly affairs, his thoughts had a different world.He whould often go out to Rohi and meditate in search of hidden realities. The Siraiki language has developed in a region where the deepest influence is that of religion.In the beginning the color of Sufism was dominat on the poetry of Nauroz but with the passage of time he moved from reality to metaphor.He shifted from internality to externality.Every poem contains deep thought and experience.Tolarance and respect for every religion is seen in his poetry.

The Siraiki language is rich in poetic literature . Siraiki poetry has an effect on the hearts. Nauroz wrote about every literary genre and every color can be seen in Nauroz' poetry,For example Hamd,Naat ,Manqabat, Qasida, Masnavi, Qissa, Kafi,and Dohra. Nauroz considered a great poet of Dohra , but whatever he wrote was filled with deep emotions and feelings. Their renowned works include Qissa Kali o Qori, Masnvi Laila Majnu,Majmua Kafiyan Shola e Dilsoz(Part 1 and Part 2) and Dohra jaat Nauroz kilan are include.

In his poetry ,the hills of rohi, the flow of the rivers, the spring,the dance of the birds,a womens's beauty ,dress, culture ,beauty of nature, art and ornaments are all described.Nauroz's poetry full of romanticism.His poetry casts a beautiful mood on the reader.This is actually the aesthetics of Nauroz poetry.The imagination of Nauroz's poetry is full of beauty.

In this Article, we will shed light on the various aspects of their life and the colors of their poetry. Nauroz holds a unique position among Siraiki poets due to his style and beautiful choice of words.His poetry is rich in aesthetics and lays the foundation for a new trend in Siraiki literature.A rhythm can be felt in Muhammad Bakhsh Nauroz's poetry.There is a quality of music in his speech.He used musical pharases in his poetry.

Keywords: Biography, poetry, Nauroz, Siraiki poetry**.**

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

نوروز (۱۸۵۷ء-۱۹۱۷ء) سرائیکی زبان کے ممتاز شاعر تھے۔ جنہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے لوگوں کے دلوں پر گہرے نقوش چھوڑے۔ آپ کا اصل نام محمد بخش تھا، مگر آپ کو عمومی طور پر نوروز کے نام سے جانا جاتا تھا۔ آپ کا تعلق مبارک پور بستی رکرانی، بہاولپور، پاکستان سے تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد راجھستان (ہندوستان) سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ ذات کے بھاٹی تھے بعد میں راجپوت شیخاوت کی ذات سے مشہور ہوئے۔"(۱)

نوروز اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھے۔ آپ کے والد کا نام محمد سرور تھا۔ آپ کے والد نے آپ کا نام محمد بخش رکھا۔ آپ کے والد آپ کے بچپن میں وفات پا گئے تھے۔

نوروز کا بچپن بستی کے ملاں پیر بخش کے پاس گذرا۔ ملاں پیر بخش ذرا سخت طبیعت کے مالک تھے اور نوروز اپنے خیالوں میں گم رہنے والے تھے، پڑھائی کی طرف دھیان نہ دیتے تھے۔ ایک دن ملاں پیر بخش کے گھر ان کے ایک عزیز حکیم پیر قادر بخش قریشی تشریف لائے تو ملاں پیر بخش نے بتایا کہ نوروز کا پڑھائی کی طرف دھیان نہیں ہے ہر وقت گم سم رہتا ہے۔ حکیم پیر قادر بخش قریشی نے جلالی نگاہ ڈالی تو نوروز کنویں کی گدی سے گر گئے۔ پھر اُٹھے اور حکیم پیر قادر بخش قریشی کے قدموں میں گر گئے اور انکے ساتھ جانے کی ضد کی۔"(۲)

ملاں پیر بخش نے نوروز کو حکیم پیر قادر بخش قریشی کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ حکیم پیر قادر بخش قریشی نوروز کو اپنے ساتھ جلالپور پیر والہ لے آئے۔ آپ عربی اور فارسی کے عالم تھے۔ نوروز نے ابتدائی تعلیم حکیم پیر قادر بخش قریشی سے حاصل کی اور انکی صحبت میں وقت گذارا۔ یوں حکیم قادر بخش قریشی نوروز کے استاد کے ساتھ انکے پیر و مرشد بھی بن گئے۔ جلالپور پیر والا میں نوروز کی ملاقات اُس وقت کے بزرگ شاعر حافظ فتح محمد سے ہوئی۔ اور آپ کا رجحان لکھنے کی طرف ہوا۔

نوروز اپنی بستی کی ایک لڑکی پر عاشق ہوئے لیکن اس سے شادی نہ ہو سکی۔ انکی شادی شرماں بی بی سے ہوئی جنکے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے اپنے والد کے نام پر غلام سرور رکھا۔ نوروز گھر پر زیادہ توجہ نہ دیتے تھے۔ اور ان کو دنیاوی کاموں میں دلچسپی نہ تھی۔ ان کی بیوی کو ان سے ہر وقت شکایت رہتی تھی کہ گھر کا گذارہ کیسے کیا جائے۔ ایک دن نوروز نے کلھوٹی (گندم محفوظ رکھنے والا ڈرم) میں دانے پڑھ کر ڈالے اور شرماں بی بی سے کہا اس کے اندر کبھی مت دیکھنا۔ کئی مہینے گزر گئے پر کلھوٹی سے دانے ختم نہ ہوئے۔ ایک دن تجسس کے مارے شرماں بی بی نے کلھوٹی میں جھانکا تو وہ خالی تھی۔"[۳]

نوروز کی اپنی ایک الگ دنیا تھی وہ گوشہ نشینی میں زیادہ وقت گذارتے تھے۔" وہ سبز چولا پہنتے تھے اور سر پر قادری ٹوپی رکھتے تھے۔ انہوں نے چالیس دن کا چلہ بھی کاٹا انکو حضور پاک ﷺ کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ نوروز نے پیدل حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ نوروز اکثر روہی کی طرف نکل جاتے تھے۔ اور غور و فکر کرتے تھے۔ نوروز شاعری سے بہت رغبت رکھتے تھے۔"(٤)

محمد بخش نوروز خواجہ غلام فرید کے ہمعصر اور صحبت یافتہ تھے۔ اور نوروز کا لقب بھی اُنہیں خواجہ فرید نے عطا کیا تھا۔ وہ اکثر خواجہ غلام فرید کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ انکو اپنا کلام سناتے اور اصلاح کراتے اس حوالے سے ایک واقعہ مشہور ہے۔"کہ ایک بار خواجہ غلام فرید نماز کا وضو کر رہے تھے انہوں نے نوروز سے کہا کہ جب تک میرا وضو مکمل ہوتا ہے تم نو دوہڑے سناؤ اور نوروز نے وضو مکمل ہونے سے پہلے نو دوہڑے سنا دیے تو خواجہ غلام فرید نے ان کا نام نوروز رکھ دیا۔ خواجہ صاحب کے دیئے نام کو تخلص کے طور پر اختیار کیا اور ہمیشہ کیلئے محمد بخش نوروز ہو گئے اور آج بھی سرائیکی شاعری میں نوروز کے نام پہچانے جاتے ہیں۔"(۵)

محمد بخش نوروز کا زیادہ وقت مرشد پیر حکیم قادر بخش قریشی کے پاس جلالپور پیر والہ میں گذرا۔ آپ کبھی کبھار اپنی بیوی اور بیٹے سے ملنے رُکرانی بہاولپور جاتے تھے۔ نوروز کی وفات جلالپور پیر والہ میں ہوئی وصیت کے مطابق انکو مبارک پور لایا گیا اور مسجد ملاں پیر بخش کے سامنے دفنایا گیا لوگوں کو ان سے عقیدت تھی اور آج بھی ہے اہل علاقہ آج بھی ان کی قبر پر حاضری دیتے اور منتیں مرادیں بھی مانتے ہیں۔ پیر سید عالم شاہ المعروف سید صابر آپ کی قبر مبارک پر آئے اور فاتحہ پڑھنے کے بعد مراقبے میں چلے گئے کافی دیر بعد سلام کیا اور کہا نوروز اس وقت حضور پاک ﷺ کی کچہری میں مدح سرائی کر رہے ہیں۔ پیر سید عالم شاہ نے اس موقع پر دوہڑے بھی کہے جن میں ایک درج ذیل ہیں۔

قبر شریف نوروز تے آیم رکھ امید تمنا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

عاشق صادق ہجر فنا داشوق بقاداوناں

مطلب میڈا حاصل تھیوے تاں تصدیق میں مناں

صابر بخش مراد پچاوے آن ونڈیساں چھناں" (٦)

نوروز کا دور برطانوی راج کے عروج کا دور تھا، جب برصغیر کے سیاسی، سماجی اور مذہبی حالات نہایت پیچیدہ تھے۔ اس دور میں تصوف اور روحانی تحریکیں عروج پر تھیں۔ خواجہ غلام فرید سے پہلے کی جو روایات آ رہی تھیں وہ صوفیانہ روایات تھیں اور اتنی مضبوط روایت کے سامنے کچھ اور لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف تھا۔ نوروز نے ان روایات سے ہٹ کر ایک الگ انداز اپنایا۔ نوروز حقیقت سے مجاز کی طرف آئے۔ نوروز سرائیکی شاعر تھے۔ لیکن انکی شاعری میں عربی، فارسی اور اردو کے الفاظ کا استعمال بھی نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے۔ انکی مقبولیت کی وجہ سرائیکی شاعری ہے۔

سرائیکی زبان کا جغرافیہ جیتی جاگتی زبان و ثقافت کا جغرافیہ ہے۔ اور ہر زندہ زبان کے علاقے کی طرح اس کی علاقائی حدود میں بھی وقت کے ساتھ تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ ڈاکٹر کرسٹوفر شیکل کے مطابق "سرائیکی زبان بولنے والے لوگوں کا یہ وسیب پاکستان کے مرکز میں ہے۔ یہ وسیب دریائے سندھ کے دونوں اطراف تقریباً ۲۸ عرض البلا اور ۳۳ طول البلا پر مشتمل ہے۔ جس میں دریائے چناب اور دریائے ستلج کے نچلے علاقے شامل ہیں۔ یہ صوبہ پنجاب کے جنوب مغربی حصوں اور ان سے متصل علاقوں پر مشتمل ہے۔" (۷)

سرائیکی وسیب کے طبعی خدوخال میں دریا، پہاڑ، صحرا اور وسیع وعریض میدان شامل ہیں۔ اس کے طبعی وفطری رنگ چار ہیں۔ جنھیں سرائیکی زبان کے محاورے میں روہی (چولستان) راوا (یہ کچے اور پکے کے درمیان کا علاقہ ہے)، دمان، ڈیرہ جات کا علاقہ یہ پہاڑ کا دامن ہے) اور تھل (اس کے لغوی معنی خشک یا سوکھی زمین ہے اس کا متضاد جل ہے)۔ سرائیکی زبان قدیم وعظیم وادی سندھ کی ایک زبان ہے۔ یہ زبان برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ایسی زبان ہے جو پاکستان کے چاروں صوبوں میں بولی اور سمجھی جانے والی واحد زبان ہے۔ عمر کمال خان کے مطابق

"سرائیکی زبان برصغیر کی قدیم ترین علاقائی زبانوں میں سے ایک ہے جو وادی سندھ کے اہم مرکز میں علم و عرفان کی قندیلیں روشن کر کے قدیم الایام سے ضوفشانی کرتی آ رہی ہے۔ نیز اس علاقائی زبان کی اسلام کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں خدمات سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔ اس کا دستیاب لٹریچر اتنا قدیم ہے جتنا دوسری ہمسایہ علاقائی زبانوں کا لٹریچر ہے۔" (۸)

سرائیکی زبان اپنی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ ایک پُر تاثیر زبان ہے۔ جو بہت سارے اوصاف اور محاسن سے مزین ہے۔ یہ اپنی ثقافت، نزاکت، غنائیت، وسعت اور ندرت میں اپنی مثال آپ ہے۔ سرائیکی زبان ایک بہت بڑے ادبی ورثے کی مالک ہے اور اس میں تخلیقی ادب بھرپور ہے۔ ہر صنف، ہر نوع اور ہر قسم کا قدیم وجدید ادب اس میں موجود ہے۔ نظم ہو چاہے نثر ہر صنف میں قابل قدر تخلیقی سرمایہ موجود ہے۔

سرائیکی زبان کا وسیب ہمیشہ سے مذہبی رہا ہے۔ معلوم تاریخ کا کوئی عہد یہ نہیں بتاتا کہ یہاں کوئی زمانہ لامذہبیت کا رہا ہو۔ مذہبی کا مطلب ہے مذہبی رواداری پر مشتمل سماج نہ کہ کٹر پن یا متشدد مذہبی وسیب، سرائیکی شاعری کے ابتدائی زمانے میں سرائیکی شاعری پر بھی مذہبی رنگ گہرا رہا ہے۔ بھلے مختلف موضوعات سرائیکی شاعری کا موضوع رہے مگر ابتداً غالب رنگ اصلاحی تھا۔ فقہی مسائل بھی شاعری کا موضوع رہے۔ اسی زمانے میں بابا فرید کی صوفیانہ فکر نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا۔ بابا فرید کی صوفیانہ فکر آہستہ آہستہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر گئی اور سرائیکی کی پہچان بھی صوفیانہ فکر پے مبنی شاعری بنی۔ بلاشبہ بابا فرید سے شروع ہونے والا سفر خواجہ فرید کی فکری و تخلیقی کاوش سے اپنے عروج کو پہنچا۔ ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ سرائیکی ادب میں تصوف فرید (بابا فرید) سے فرید (خواجہ فرید) تک ہے۔

محمد بخش نوروز سرائیکی ادب کے ان پہلے شعراء میں سے ہیں جنھوں نے حقیقت سے مجاز کی طرف سفر شروع کیا شاعری نے داخلیت کے ساتھ ساتھ خارجیت کا چولا بھی پہننا شروع کیا۔ تصوف کے وہ مادی پیکر جو صرف علامتوں کی حیثیت رکھتے تھے وہ مقصود بالذات بن گئے۔ نوروز کی شعری حیثیت بارے نصر اللہ خان ناصر لکھتے ہیں۔

"سرائیکی زبان کی شعری تاریخ میں نوروز ایک دبستان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صدیوں پے محیط تصوف کی روایت سے ہٹ کر نوروز وہ پہلا شاعر ہے جس نے اپنا نویکلا رستہ بنایا۔ ان کے کلام میں فنی وفکری انفرادیت ہے۔ نوروز نے سرائیکی زبان کی جدید شاعری کی بنیاد رکھی اور تصوف کی روایت کو چھوڑ کر اپنے واسطے فن کی نئی راہیں تلاش کیں"۔(۹)

محمد بخش نوروزیوں تو دوہڑے کے بڑے شاعر مانے جاتے ہیں لیکن نوروز کی لکھی گئی مثنوی لیلی مجنوں بہت اہمیت کی حامل ہے اس کے علاوہ انکی کافیاں بھی قابل ذکر ہیں۔ نوروز کی مطبوعہ تصانیف پر بات کی جائے تو ان میں مثنوی لیلی مجنوں، شعلہ دلسوز حصہ اول، شعلہ دلسوز حصہ دوم، دوہڑہ جات نوروز کلاں، قصہ کالی وگوری قابل ذکر ہیں۔

محمد بخش نوروز کے کلام میں جدت اور موضوعاتی تنوع کے علاوہ مختلف اصناف میں طبع آزمائی بھی نظر آتی ہے۔ حمد، مولود شریف، منقبت، قصیدہ، قصہ، مثنوی، کافیاں، دوہڑے غرض یہ کہ انہوں نے فنی لحاظ سے نئے اور کامیاب تجربے کیے اور شاعری میں خوشگوار تبدیلیاں کیں۔ جن سے آج بھی پڑھنے والے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ زبان کے ابتدائی سرمائے میں بھی اس کی کلاسیکل روایت میں عربی اور فارسی زبان کے اثرات کافی زیادہ ہیں یہ وجہ کہ نوروز کی شاعری میں عربی اور فارسی کے الفاظ کا استعمال ایک فطری عمل لگتا ہے۔

سرائیکی زبان کے شعری ادب میں سب سے اولیت حمد کو دی جاتی ہے۔ سارے شعراء اپنے کلام کا آغاز ہمیشہ حمد سے کرتے ہیں۔ اس لیے سرائیکی شاعری کی تمام اصناف میں حمد ملتی ہے۔ نوروز نے بھی اپنی تصانیف میں اس روایت کو برقرار رکھا۔

ہے پاک خدا دی ذات ثنای وچ باہر حد بیاں کنوں
او ہے قائم قیوم سدا بے عیب زوال زبان کنوں
کجھ عقل انسان کوں تاب نہیں کرے شان بیان کنوں
ہے قادر روح قدرتی او خود قدر جلالت شان کنوں"(۱۰)

نوروز نے اپنی کافیوں میں صوفیانہ رنگ برتا ہے۔ نوروز کی کافیوں میں روحانیت کا پہلو نمایاں ہے۔ پر اس میں بھی عشق کا عنصر شامل رہا ہے۔ نوروز کے مجموعہ شعلہ دلسوز سے کافی کے چند اشعار:

یہ کیوں مجھکو جنوں صورت کیا حُب سجن پیدا
ہوئے ہم دیکھکے چہرہ صفا مدنی موہن شیدا
کھلا جب گلشن نبوی ﷺ کہاں گل ہے کہاں غنچہ
مُجھے ہی سیر ہر لحظہ مثل بلبل چمن شیدا " (۱۱)

نوروز سرورِ کائنات ﷺ کی مدح سرائی میں لکھتے ہیں

جہان کل کوں پسند آیا میرا قامت بلند آیا
موھن ابرو ویکھن چشماں آڑاون پیچ خم زلفاں
دہن غنچہ لب خنداں مثال شکر قند آیا
تھیا جلوہ حسن دلبر تھیا محکوم آسکندر آیا
کھڑے رستم اٹھاں سر دھر ہر قدم بوس اسخند آیا
حسن پر عشوہ جادوئے در کیسو عنبریں بوئے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

اے خاطر نال ھندوائے بخارا سمرقند آیا "(۱۲)

اسلامی روایات، اخلاقی اقدار اور معاشرے کی اصلاح سرائیکی شاعری کا ایک اہم موضوع رہے ہیں۔ سرائیکی زبان کے شعری ادب میں اصلاحِ معاشرہ پر بہت سا کلام ملتا ہے۔ نوروز نے اپنی کافیوں میں انسان کی اصل حقیقت اور زندگی کے مقصد سے روشناس کرایا ہے۔ ہر شعر گہری سوچ اور تجربے کا حامل ہے۔ ان کی سوچ بہت وسیع معلوم ہوتی ہے۔ ان کی شاعری میں رواداری اور ہر مذہب کا احترام دکھائی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر

میں راماں رام کہاؤنگا
اب مالہاں ہاتھ ٹھاؤنگا
پن‌ڈت جوسی جوگی ہوں میں
مصر براگی بھوگی ہوں میں
گیت گرنتھی روگی ہوں میں
ٹپنے واچ سناؤنگا
پیراں کڑیاں کن میں والے
ہتھ منداراں گل دہاگے گالے
بنکے جوگی پورب والے
من کی جوت جگاؤنگا "(۱۳)

نوروز اپنے کلام میں انسان کی عظمت بیان کرتے نظر آتے ہیں کہ انسان کی صورت میں رب نے کیا کیا خصوصیات رکھ دی ہیں۔ انسان میں ہی رب کی جھلک کو دیکھا جاسکتا ہے۔ بے شک انسان کو تمام مخلوق سے برتر بنایا گیا ہے اور اسے اشرف المخلوقات کا درجہ دیا گیا ہے۔

ابن عربی کا قول ہے:

انسان خدا کا آئینہ ہے اور خدا انسان کا آئینہ ہے۔"(۱٤)

کافی کی صنف سرائیکی شاعری کا مان ہے۔ اور سرائیکی شعراء نے کافی کو بامقصد اور بامعنی بنا کر پیش کیا ہے۔ ہیئت کے لحاظ سے اس میں کچھ تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں کہیں یہ نظم کا روپ دھار لیتی ہے کہیں یہ غزل کے قریب چلی گئی ہے۔ صوفیانہ کافیاں نہ صرف لوگوں کے ذہنوں کو غور و فکر کی طرف راغب کرتی ہیں بلکہ ان کے من کے میل کو دور کر کے دل کو شیشے جیسا صاف بنا دیتی ہیں جس سے چھپی ہوئی سچائی بھی نظر آنے لگتی ہے۔ نوروز کی کافی کے چند اشعار:

ڈیکھو معنی میں کیا شے ہوں مگر صورت انسان ہوں
تصور صورت آرا ہوں بناوٹ دست جاناں ہوں
زبان آور سخن سنج ہوں محافظ مخزن گنج ہوں
بلا تکلیف بے رنج ہوں صفیر نکتہ داناں ہوں
نزاکت ہوں لطافت ہوں فصاحت ہوں بلاغت ہوں
اسیر زلف خوباں ہوں امیر عشق بازاں ہوں
امن ابر بہاراں ہوں فضاء مرغزاراں ہوں "(۱۵)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

نوروزانسان کی بڑائی اور عظمت کے بے حد معترف تھے انکے اشعار اس بات کا ثبوت ہیں۔انسان کے خمیر میں محبت رکھ دی گئی ہے اور اس محبت کے سہارے ہی اس دنیا کا وجود عمل میں لایا گیا۔ نوروز کے کلام میں ایک ردھم محسوس کیا جا سکتا ہے۔ان کے کلام میں موسیقیت کی خوبی موجود ہے۔نوروز کی کافیاں اس بات کا ثبوت ہیں۔وہ شاعری میں موسیقیت سے بھرپور بحروں کا استعمال کرتے تھے۔کافی کے چند اشعار

بشر میوہ ثمر خالص بشر حکمت اثر خالص
بشر روشن گہر خالص بشر نور نیر خالص
محبت خود طریقیت ہی محبت راہ حقیقت ہی
محبت دل دی حرکت ہی محبت رہبر خالص
محبت حسن خوباں ہی محبت عین عرفاں ہی
محبت حور وغلماں ہی محبت کوثر خالص"(١٦)

محمد بخش نوروز انسان کو خدا کی صورت سمجھتے تھے۔اور عالم بالا کی حقیقتوں کو اپنے اشعار کے ذریعے بیان کرتے تھے وہ اپنے تخیل کی طاقت سے چھپی ہوئی باتوں کو سمجھنے اور حقیقت کے راز جاننے کی کوشش کرتے تھے۔ سرائیکی شاعری میں تصوف، معرفت اور عرفان کے خزانے ہیں۔بقول حالی " تخیل وہ طاقت ہے جو شاعر کو وقت اور زمانے کی قید سے آزاد کر دیتی ہے۔ماضی اور مستقبل اس کے لیے زمانہ حال میں آجاتے ہیں۔شاعر آدم اور جنت کا بیان ایسے کرتے ہیں جیسے انہوں نے اپنی آنکھوں سے سب دیکھا ہو۔اور اس کو سننے والا شخص ایسے متاثر ہوتا ہے جیسے واقعی یہ سب ایسا ہی ہوا ہو۔"(١٧)

تصوف سرائیکی شعری روایت میں تحریک کی مانند نظر آتا ہے۔اس فکر کے مطابق عشق زندگی کا بنیادی جوہر ہے۔تصوف کے رنگ میں رنگے انسان زندگی کی حقیقتوں سے بھی آشنائی پاتے ہیں۔ نوروز نے اپنے تخیل کی طاقت سے کیا خوبصورت کلام لکھا ہے عشق حقیقی سے بھرپور ان کے چند اشعار

سرپرست نور کی چادر یا
اوترے فلکوں جبریل وحی
ہتھ لیلے براق بہشت صحی
اب چڑھکے اوپر معراج
سدرہ یثرب کا بانکا سانوریا
تم جملہ پیغمبر کے ہو فخر"(١٨)

سرائیکی عشقیہ داستانوں میں اپنے عہد کی تاریخ وثقافت بھی ملتی ہے اور لوگوں کے رسم ورواج اور سماجی زندگی کا بھی پتا لگتا ہے۔داستانوں اور قصے کہانیوں میں لوگوں کی دلچسپی ہمیشہ سے رہی ہے سرائیکی زبان کے شعری ادب میں منظوم عشقیہ داستانوں کی ایک مضبوط روایت رہی ہے۔ مثنوی لیلی مجنوں، کلاسیکی آہنگ اور رومانیت سے بھرپور ہے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ شاعر، کردار اور قاری تینوں ایک جیسے جمالیاتی تجربے سے گذرتے ہیں۔کوئی بھی تحریر اپنے دور کے معاشرے اور ثقافت کو ظاہر کرتی ہے۔قصہ لیلی مجنوں عوامی زندگی میں موجود رہا ہے۔نوروز نے اسکو اپنے انداز میں احساسات میں پروکر نکھار دیا ہے۔لیلی مجنوں عشقیہ مثنوی ہے جس میں خوشی، جدائی، ملن کی لذت، دوری کا میٹھا درد، اور المیہ شامل ہیں۔مثنوی کی تخلیقی سطح دلکش ہے اور یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں یہ ٹھوس جمالیاتی رویے کے بغیر ممکن نہیں۔سرائیکی شاعری کی زبان میٹھی اور پُراثر ہے۔اور سرائیکی شاعری دلوں پر اثر رکھتی ہے۔خوبصورت تشبیہات اور استعارات کا استعمال سرائیکی شاعری کا خاصہ رہا ہے۔

نوروز نے اپنی مثنوی میں مختلف تشبیہ اور استعارے برتتے ہوئے قیس کے حسن وشباب کا جو دلکش نقشہ کھینچا ہے کہ اُس تصویری خاکے سے یوں لگتا ہے کہ قیس خود سامنے آگیا ہو۔قاری اس جمال کو محسوس کرنے لگتا ہے۔اس کا اندازہ مثنوی کے ان اشعار سے بہ خوبی ہوتا ہے۔ مثنوی کے چند اشعار۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

ہن تھیا پروردہ قیس جڈاں خرد اب عمر سات سال آئی
ہا صورت حسن زیادہ ہر دم جلوے جشن جمال آئی
ہی دال مسلسل دوش اوتے کر ابرو قوس کمال آئی
واہ نین شرابی مست ڈسن پھر شوقوں جام گلاب آئی
خوش رخ گلزاری سیبر کیتی کر ویسی جڑخال آئی
کیا نرگس سرمہ ساز کنوں الٹا دیس دلال آئی"(۱۹)

اسی طرح نوروز نے لیلی کے حسن وشباب کو بھی بہت خوبصورت الفاظ میں پروکر بیان کیاہے۔ کہ اس کا حسن قاری کو محسوس ہوتاہے۔ جیسے سامنے ہو۔

شکیل الرحمن لکھتے ہیں:

"عورت کا وجود ایک کائنات ہے اور بدن نیچر کی سب سے خوبصورت علامت ہے۔ عجیب پر اسرار کشش ہے، جسکو سمجھانے کے لیے دنیا کی پتہ نہیں کتنی علامتوں اوراستعاروں کا سہارا لیا جاتاہے۔"(۲۰) عورت ہر دور میں ہر تہذیب میں کسی نہ کسی حوالے سے جمالیات کا موضوع رہی ہے۔اہل فکر نے نئے نئے انداز اور تشبیہات، استعارات سے اس کا حسن بیان کیاہے۔ اور نوروز نے اپنی شاعری کے ذریعے بہت خوبصورت حسن کے پیکر تراشے ہیں۔ نوروز کے ان اشعار کو پڑھتے ہوئے ایک لطف محسوس ہوتاہے۔ جو کہ انسان کے جمالیاتی احساس کو جگاتے ہیں۔لیلی کے حسن وشباب بارے لکھے گئے مثنوی کے چند اشعار

گھر قیصر دی دُختر ہک ہس نام لیلا مہتاب شکل
شریف سیاہ خبر نگی یا جیون نانگ پاون ولول کندن
جبیں منور کیتا صحن صحرا ایوان محل
بیا ابرو قوس کماں طرح واہ چشماں نرگس وہار کجل "(۲۱)

نوروز نے قدرت کے جمال کو بہت خوبصورت انداز میں اپنی شاعری کے ذریعے بیان کیاہے۔اور بے مثال دوہڑے لکھے ہیں۔ حقیقت سے مجاز کی طرف انکا سفر رہا ہے۔انکی شاعری میں داخلیت سے زیادہ خارجیت کا عنصر نمایاں ہے۔ فطرت کی خوبصورتی کا بیان انکی شاعری میں سب سے زیادہ ہے۔وہ خدا کی بنائی ہوئی ہر شے کو حسین سمجھتے ہیں۔ کسی شے کو کمتر نہیں سمجھتے۔

انکی شاعری میں روہی کے ریتلے ٹیلے، دریا کی روانی، ساون، بسنت بہار، بادلوں کا رقص، پورب ڈکھن کی ہواؤں کا ذکر ہے۔وہ ان تمام مناظر فطرت کی بہت خوبصورت انداز میں منظر کشی کرتے ہیں۔ کہ پڑھنے والا خود کو ان فضاؤں میں محسوس کرتاہے۔اور اس پر ایک خوبصورت کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ ہی اصل میں نوروز کی شاعری کی جمالیات ہے۔ان کے چند خوبصورت اشعار

پئی باد شمال دی لڑک لڑک
لنگھ آون بدلے سُرک سُرک

اکھیں تھکیاں ولول پھُرک پھُرک
لگی بدل گجن آئی سانون رُت

اکواڑ صحن تے تھئی چل چک

رل ٹرن سیاں ڈہلک ڈہلک"(٢٢)

موسموں کی خوبصورت منظر کشی کے ساتھ اس ماحول سے دل پر ہونے والے اثر کو بھی کیا خوبصورتی اور دلکشی سے بیان کیا ہے۔

آئی موسم چیتر بہاران سوہی ویس پائی دلداران

ہن اوداروں درد بیماراں تھیسی ہن تبدیل مزاج

سوہنی حسن سیری دلبر کوں شعلہ شمس تے ماہ بدر کوں

قامت رعنا رخ انور کوں ساری سوہنی ڈیون خراج"(٢٣)

موسموں کی خوبصورتی کو ان کے اشعار میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ الفاظ کے ذریعے ایسی منظر کشی انکا جمالیاتی وجدان ہی کر سکتا ہے۔ نوروز کی شاعری میں بے لوث محبتیں، جیتے جاگتے احساس ملتے ہیں۔

مینگھ ملہار چودہار ڈیکھو
مٹھی رت سانونڈی آئی
جوڑ دیکھادے لس بدلاندی
حیل ٹھڈی اس منکوں بہاندی
کر مسکار کھیدن مسکاندی
تے کنیاں کن من لائی
رین سیاہ چڑھ تھیون سمولے
ساوے پیلے ٹولے ٹولے
اغن پپیھے کرن چبولے
تے کوئل کوک سنائی
پانی مینہ چھلو چھل چھلیان"(٢٤)

" سرائیکی زبان کی ایک بڑی پہچان ریختی کا انداز ہے یعنی اظہارِ عشق مرد کی بجائے عورت کی زبان سے کیا جاتا ہے ریختی کے اس انداز نے سرائیکی شاعری کو مٹھاس اپنائیت اور خالص زبان کی لذت عطا کی ہے۔"(٢٥) نوروز حسن کے جلوے اور جوانی کی امنگوں کو شاعری کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔ انکی شاعری میں وفائیں، ادائیں اور میٹھی کسک ہے۔

آؤ رے سکھی سنگت بنا چل یار کا درشن کروں
مکھ پان خوب بنا د ھڑی سر شال گل کرتی ہری
جامہ بدن بادل زری ہر سن ہسن کھلیں کرون
چلتی ہے خوش باد صبا آ ڈیکھ ہر گلۂ کی ہوا

گل برگ میں ہی جو صدا چل سیر گل گلشن کرون
ہی سیر میں فرصت بدن انگور سی شیریں دہن
خوش گھوم کے بہار چمن اب ہار گل پھلوں کرون
بلبل کی خوش قالی ڈیکھو بھنوریکی خوشحالی ڈیکھو
گل لالے کی لالی ڈیکھو ہمرنگ رخ احسن کرون
کیا زلف میں زنجیر ہے کیا چشم میں تاثیر ہے
ابرو عجب تصویر ہے وصف پلک جھمکن کرون"(۲۶)

نوروز نے اپنے کلام میں خالص رومانوی رنگ اپنایا ہے۔عشقیہ شاعری ایک الگ سماں آنکھوں کے سامنے لے آتی ہے جس سے دل کے تار بھی ساز کی طرح بجنے لگتے ہیں۔اور جذبات کی ہلکی ہلکی آنچ میں انسان پگھلنے لگتا ہے۔چند شعر قابل ذکر ہیں۔

دھمی رات تے سیج تیار ہووے
ہکو ڈھنگ تے سنگ سنگار ہووے
بیا لُٹ پٹ بوس وکنار ہووے"(۲۷)

نوروز کا تصور و تخیل حسن وجمال سے لبریز ہے اور محبوب کے لیے دل کے احساسات وجذبات کو اپنی شاعری میں بے ساختگی سے بیان کیا ہے۔

آو ہمیشہ میریاں گلیاں
پا کر ہار چمبے دیاں کلیاں
اکھیاں میریاں تیریاں تلیاں"(۲۸)

حسن اور عشق کی بے خودی ان کے لفظوں سے چھلکتی ہے۔محبوب سے ملنے کی چاہ اسے دیکھنے کی طلب ان جذبوں کی شدت کو نوروز کیا خوب بیان کرتے ہیں۔کہ لفظوں سے جذبوں کی تپش کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔

نال اساڈے تھیویں جیویں آہم خواب شباشب
بال چراغ تے دیکھاں رجرج حسن شباب شباشب"(۲۹)

نوروز کی شاعری جمالیاتی عناصر سے بھرپور ہے۔

ماہ جبین حسین سجندے رنگ گلابی عارض
باغ ارم کوں رشک ڈیون اے نین گلابی عارض"(۳۰)

جمالیاتی ادراک نوروز کی شاعری کو ایک نیا اسلوب عطا کرتا ہے۔وہ اپنے احساسات کو بہت خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں۔حسن اور عشق کے امتزاج کو بیان کرنے کا انداز جداگانہ ہے۔پیار محبت کی باتیں وہ اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے محبوب سامنے موجود ہو۔اور قاری کے دل میں بھی ایک میٹھی سی کسک جگاتے ہیں۔

شب ماہ ہو بادہ ناب ہو
لب جو ہو فرش حباب ہو
وہ نگار مست شراب ہو
نہ تو پردہ حجاب ہو

میر سا بن بیٹھا ہو وہ صنم
لئی ہاتھ اپنی میں جام جم
پیٔوں دمبدم مئی وصل ہم
نہ خیال روز حساب ہو
جمع بزم عیش کا رنگ ہو
مئی لالہ کون کا ترنگ ہو
ادہر اپنی جی میں امنگ ہو
اودہر انکو جوش شباب ہو
مئی خوشگوار کا دور ہو
نشہ شراب کا دور ہو
ادہر اپنے دلمیں کچھور ہو
اودہر انکو شرم حجاب ہو
وہ نئی ادائیں نئی شوخیاں
وہ تلون ایسے کہ الامان
کبھی وصل سی کری شادمان
کبھی بوسہ لیں تو عتاب ہو"(۳۱)

اپنے محبوب کے حسن کو اتنی سادگی سے بیان کرتے ہیں کہ اس میں کوئی مصنوعی پن محسوس نہیں ہوتا۔کلام میں روانی اور سلاست فن کی خوبصورتی کو ظاہر کرتی ہے۔جو نوروز کی شاعری کا خاصہ ہے۔اپنے محبوب کی ہر ہر شے کی خوبصورتی کو اپنے لفظوں میں موتیوں کی طرح پروتے ہوئے خوبصورت ہار بنا کر پیش کرتے ہیں۔بہت سی تشبیہات اور استعاروں کے ساتھ کلام کو خوبصورت بناتے ہیں۔نوروز کے چند خوبصورت اشعار

سرخ بھوچمن یار اوتے
ہی رکھوالا رخسار اوتے
جھویں بلبل باغ بہار اوتے
کر صفت ثنا سینندا ہے
یینسر خوب مکان سنجاتہ
نتھ چوفیر ہن پڑپاتہ
چندن ہار ہی چور چپاتہ
پیا اسا رکھوہیندا ہے
کن چنبلیاں والیاں چٹیاں
کنگھروں واروعائیں مٹیاں
کٹمالہ کڈھ ہٹیاں بٹیاں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

بیحساب لوٹیندا ہے
اکھیاں دیوچہ کجلہ کالا
ہی کالا نانگ او بھالا
لڑنوں ہر گز کری نہ ٹالا
اچا چیت ڈنگیندا ہے
چھوٹی نازک چھال سجندی
ہی اوڈو ہو لکن چال سجندی
مٹھڑی مٹھڑی گالھ سجندی
شربت گھٹ پلیندا ہے"(۳۲)

نوروز کی شاعری میں عشق کا جمال ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ عشق کی کیفیات کو نہایت عمدہ طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔اشعار میں فطرت کی عکاسی بھی کمال کی گئی کہیں وہ عشق کا ذکر کر رہے ہیں، کہیں محبوب کی خوبصورتی کا، کہیں انسان کی عظمت کا بیان ہے تو ان کی شاعری میں کہیں ساون کا ذکر ہے تو کہیں روہی کا، کہیں ہجر کی تڑپ ہے تو کہیں وصال کا مزہ، کہیں لال، ہرے آنچل اور کہیں ہار سنگھار گہنے کا ذکر ہے۔غرض یہ کہ نوروز نے ہر رنگ میں اپنی شاعری کو رنگا ہے۔ مجموعی طور پر ان کی شاعری میں عشق کا رنگ نمایاں ہے۔چاہے وہ عشق مجازی ہو یا حقیقی۔ عشق کی جمالیات میں وہ سارے عناصر شامل ہیں جو محبت کے تجربے کو خوبصورت اور نئے انداز میں پیش کرتے ہیں۔

نوروز کی شاعری نہ صرف ایک جمالیاتی تجربہ ہے بلکہ انکی شاعری ایک فکری اور روحانی دعوت بھی دیتی ہے۔نوروز کے کلام میں گہرائی ہے۔انہوں نے اپنے کلام کے ذریعے عشق، تصوف اور فطرت کی خوبصورتی کو اس انداز میں پیش کیا کہ آج بھی انکی شاعری دلوں کو چھو لیتی ہے۔ نوروز کی شاعری میں لطافت، خوبصورتی، بے ساختگی اور نیا پن پایا جاتا ہے۔جو دلوں پر اثر کرتا ہے۔نوروز کی شاعری کا جمالیاتی پہلو ایک لازوال حقیقت کی پیروی کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انٹرویو، رانا سکندر حیات نون، رہائشگاہ، بمقام مبارک پور، بہاولپور، ۲۲ دسمبر ۲۰۲۳
۲۔ انٹرویو، رانا فیض بخش راجپوت شیخاوت، رہائشگاہ، بمقام سمہ سٹہ بہاولپور، ۷ جنوری ۲۰۲۴
۳۔ انٹرویو، رانا سکندر حیات نون، رہائشگاہ، بمقام مبارک پور، بہاولپور، ۲۲ دسمبر ۲۰۲۳
۴۔ انٹرویو، رانا فیض بخش راجپوت شیخاوت، رہائشگاہ، بمقام سمہ سٹہ بہاولپور، ۷ جنوری ۲۰۲۴
۵۔ ایضاً
۶۔ انٹرویو، رانا سکندر حیات نون، رہائشگاہ، بمقام مبارک پور، بہاولپور، ۲۲ دسمبر ۲۰۲۳
۷۔ C. Shackle, Dr., The Siraiki Language of central Pakistan, School of oriental and African studies, 1976, P.1
۸۔ پرویز، سجاد حیدر، ڈاکٹر، مختصر تاریخ زبان وادب سرائیکی، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲، ص: ۴
۹۔ ناصر، نصراللہ خان، "سرائیکی شاعری دا ارتقاء" فکشن ہاوس، لاہور، اشاعت سوم، ۲۰۲۲، ص: ۵۸۸
۱۰۔ نوروز، محمد بخش، لیلی مجنوں، حصہ اول، صابر ملتانی، کرشنا سٹیم پریس ملتان ۱۳۴۱ھ، ص: ۱

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

۱۱۔ نوروز، محمد بخش، "شعلہ دلسوز مجموعہ کافیاں نوروز" حصہ اول، صابر ملتانی، کرشنا سٹیم پریس ملتان ۱۳۴۱ھ، ص:۲

۱۲۔ ایضاً، ص:۴

۱۳۔ ایضاً، ص:۸

۱۴۔ ابن عربی کا نظریہ وحدت الوجود www. Rekhat.org.com

۱۵۔ نوروز، محمد بخش، "شعلہ دلسوز مجموعہ کافیاں نوروز" حصہ دوم، صابر ملتانی، کرشنا سٹیم پریس ملتان ۱۳۴۱ھ، ص ۱ تا ۶۴

۱۶۔ ایضاً، ص:۲۵

۱۷۔ www.rekhta.org/poet/altaf-hussain.hali/articals

۱۸۔ نوروز، محمد بخش، "شعلہ دلسوز مجموعہ کافیاں نوروز" حصہ دوم، صابر ملتانی، کرشنا سٹیم پریس ملتان ۱۳۴۱ھ، ص:۲

۱۹۔ نوروز، محمد بخش، لیلی مجنوں، حصہ اول، صابر ملتانی، کرشنا سٹیم پریس ملتان ۱۳۴۱ھ، ص: ۶

۲۰۔ شکیل الرحمن، پروفیسر، کلاسیکی مثنوی کی جمالیت، صدھو بن ساوتھ سٹی، ہریانہ، ۲۰۰۸ء، ص:۵۱

۲۱۔ نوروز، محمد بخش، لیلی مجنوں، حصہ اول، صابر ملتانی، کرشنا سٹیم پریس ملتان ۱۳۴۱ھ، ص: ۶

۲۲۔ نوروز، محمد بخش، "شعلہ دلسوز مجموعہ کافیاں نوروز" حصہ اول، صابر ملتانی، کرشنا سٹیم پریس ملتان ۱۳۴۱ھ، ص:۱۲

۲۳۔ نوروز، محمد بخش، "شعلہ دلسوز مجموعہ کافیاں نوروز" حصہ دوم، صابر ملتانی، کرشنا سٹیم پریس ملتان ۱۳۴۱ھ، ص:۱۳

۲۴۔ ایضاً، ص:۹

۲۵۔ ناصر، نصر اللہ، خان، سرائیکی شاعری دا ارتقاء، فکشن ہاوس اشاعت سوم، ۲۰۲۲ء، ص: ۲۳۰

۲۶۔ نوروز، محمد بخش، "شعلہ دلسوز مجموعہ کافیاں نوروز" حصہ اول، صابر ملتانی، کرشنا سٹیم پریس ملتان ۱۳۴۱ھ، ص:۳۹

۲۷۔ ایضاً، ص:۱۷

۲۸۔ نوروز، محمد بخش، "شعلہ دلسوز مجموعہ کافیاں نوروز" حصہ دوم، صابر ملتانی، کرشنا سٹیم پریس ملتان ۱۳۴۱ھ، ص:۱۹

۲۹۔ نوروز، محمد بخش، ڈوہڑہ جات نوروز کلاں بخشن ونوروز، مولوی فیض بخش محمد ذوالفقار محمد رحیم نواز تاجران، کتب اندرون پکدروازہ، ملتان شہر، ص:۳

۳۰۔ ایضاً، ص:۷

۳۱۔ نوروز، محمد بخش، "شعلہ دلسوز مجموعہ کافیاں نوروز" حصہ دوم، صابر ملتانی، کرشنا سٹیم پریس ملتان ۱۳۴۱ھ، ص:۵

۳۲۔ ایضاً، ص:۲۴